سود کا گناہ اور اس کا وبال

حضرت مولانا مفتی حافظ
محمد فرحان فیروز میمن صاحب مدظلہ
ابن
عارف باللہ حضرت اقدس شاہ
فیروز عبداللہ میمن صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ مجاز بیعت
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com

دنیا کی راحت ہو یا تکلیف، ایک خواب کی مانند ہیں

یہ دنیا خواب ہے، آج جن لذتوں سے ہم مست ہو رہے ہیں، یہ ایک دن خواب ہونے والی ہیں۔ ہندی کا مقولہ ہے ''اتر گئے گھاٹی ہو گئے ماٹی'' یعنی جس بریانی کی خوشبو مست کئے دے رہی ہے مگر اسی بریانی کا لقمہ حلق سے اُتر کر مٹی ہو گیا۔ آج ہمیں ان لذتوں کے لئے نہ حرام کی پرواہ ہے نہ حلال کی، رشوت اور سود کی مرغ کی پلیٹ سامنے آئی تو خدا کو بھول گئے۔ آج جن حرام لذتوں سے مزہ لے رہے ہیں، اللہ کو ناراض کر کے جس حرام لذت سے مزہ لیں گے تو مزہ تو فانی ہو جائے گا اور سزا باقی ہو جائے گی۔ دنیا کے یہ مزے اور لذتیں خواب کی طرح ہیں، خواب میں اگر کسی کو بادشاہت مل جائے کہ میں بادشاہ ہو گیا ہوں، تاجِ شاہی سر پر ہے، چاروں طرف خدام اور غلام دوڑتے پھر رہے ہیں، مرغ کی بریانی سامنے رکھی ہے اور ساری دنیا کی لذتیں حاصل ہیں لیکن جب آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ خود مجرم ہے اور سر پر جوتے پڑ رہے ہیں، تو اس بادشاہت سے اس کو کیا فائدہ ہوا۔

حال دنیا را بپرسیدم ز یک فرزانہ ای
گفت یا خوابیست یا بادیست یا افسانہ ای

ترجمہ: میں نے ایک عارف باللہ سے دنیا کی حقیقت دریافت کی تو کہا کہ دنیا یا خواب ہے کہ آنکھ کھلتے ہی عالم بدل گیا، یا ایک ہوا ہے جو آئی اور چلی گئی، یا ایک افسانہ ہے۔ (ماخوذ از کتاب ''الہاماتِ ربّانی'')

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: سود کا گناہ اور اس کا وبال

نامِ واعِظ: مولانا حافظ مفتی محمد فرحان میمن صاحب مدظلہ

تاریخِ وعظ: ۲۷؍صفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۷؍اکتوبر ۲۰۱۹ء اور

۵؍ربیع الاول ۱۴۴۱ھ مطابق ۳؍نومبر ۲۰۱۹ء

بروز اتوار بعد ظہر

مقام: مسجدِ اختر، گلستانِ جوہر، کراچی

موضوع: سود کی حرمت پر قرآن وحدیث کے دلائل، سود کے دنیاوی اور اخروی نقصانات، سودی معاملات کی چند مثالیں، ضرورتمند کو قرض دینے کا اَجر، مقروض تنگدست کو مہلت دینے کا ثواب

کمپوزنگ: مولانا مجیب الرحمٰن سلّمہٗ

ٹائٹل: راحیل اعجاز سلّمہٗ

اشاعتِ اول: رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق مارچ ۲۰۲۰ء

ناشر: ادارہ تالیفات اختریہ

بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات **صفحہ نمبر**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سود کا گناہ اور اس کا وبال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَہٗ مَوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ فَانْتَھٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُہٗٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ○ یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ ○

(سورۃ البقرۃ: آیات ۲۷۵، ۲۷۶)

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنا دے (یعنی حیران و مدہوش بنا دے) لپٹ کر۔ یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا اور (باطنی) معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا، اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جاویں گے، (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو (اور) کسی گناہ کے کام کرنے والے کو۔ (بیان القرآن)

دین کی باتیں سننے سنانے کا مقصد

ابھی آپ حضرات کے سامنے سورۂ بقرہ کی جن آیات کی میں نے تلاوت کی، ان میں بنیادی طور پر سود کے بارے میں مضمون بیان کیا گیا ہے۔ سود ایک ایسا گناہ ہے جس کے بارے میں قرآن و حدیث میں جتنی وعیدیں بیان کی گئی ہیں، شاید ہی کسی گناہ کے لئے اتنی وعیدیں بیان کی گئی ہوں۔ آج اس درسِ قرآن میں ان شاء اللہ! سود پر تفصیل کے ساتھ عرض کروں گا لیکن بطورِ تمہید، ہم یہ بات سمجھ لیں کہ درسِ قرآن کا مقصد یہ ہے کہ سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کیا فرمایا ہے؟ اس کے احکامات کا علم ہو جائے تاکہ ہم ان احکامات پر عمل کرنے والے بن جائیں۔

علم حاصل کرنے کا مقصد عمل کی نیت ہونا چاہیے

میرے شیخ، عارف باللہ مجددِ زمانہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک جو نازل فرمایا ہے، یہ اصل میں اللہ میاں کا بندوں کے نام تیس پاروں کا خط ہے، جس میں ہمیں زندگی گذارنے کے لئے عمل کی معلومات دی گئی ہیں۔ ہم اور آپ اسی لئے یہاں جمع ہوتے ہیں تاکہ ہمیں ان معلومات کا علم ہو جائے، پھر جب وہ معلومات مل گئیں تو اب ان کو معمولات میں بدل لیں، اس پر عمل کرنے والے بن جائیں، ہمیں ایک شعور پیدا ہو جائے کہ روزمرہ کی زندگی میں جو معاملات ہم کر رہے ہیں، جو ہمارا رہن سہن ہے، اس میں کوئی بات شریعت کے خلاف تو نہیں ہو رہی؟ پھر جہاں جہاں شبہ ہو، وہاں ہم علماء کرام سے پوچھ لیں۔

تین بڑے گناہ: سود، رشوت اور جُوا

سود، رشوت اور جُوا، یہ تین چیزیں عام لوگوں کے حقوق کے لئے انتہائی

مضر ہیں،اس کے نتیجے میں چند افراد پلتے بڑھتے ہیں اور پوری قوم مفلس ہوتی ہے، ایسے معاملات فریقین کی رضامندی سے بھی حلال نہیں ہوتے۔ جو سود دیتا ہے اس کا مال تو بڑھتا ہے،کبھی ایک کو سود پر اُدھار دے رہا ہے،کبھی دوسرے کو دے رہا ہے، یہ تو مالدار ہوتا جاتا ہے لیکن دوسرے مفلس ہوتے جاتے ہیں۔ مفتی اعظم حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام میں سود اور رِبا کی حرمت کوئی مخفی چیز نہیں، عام مسلمانوں کو بھی معلوم ہے کہ سود کتنا بڑا گناہ ہے، حتیٰ کہ بہت سے کفار کو بھی معلوم ہے کہ اسلام میں سود کو منع کیا گیا ہے۔

سود کی پہلی قسم: شخصی سود

اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں کفارِ مکہ بھی سود کا معاملہ کرتے تھے، اور ان میں دو قسم کے قرضوں پر سود لیا اور دیا جاتا تھا۔ ایک وہ قرضہ جو کسی شخص کی ضرورت کے لئے دیا جاتا ہے، مثلاً کسی شخص کو اپنا گھر تعمیر کرنے کے لئے رقم کی ضرورت پڑی یا کوئی اور ضرورت درپیش ہوئی تو اس نے کسی سے قرض مانگا کہ مجھے دس ہزار درہم دے دو، دینے والے نے اسے دس ہزار درہم دیئے اور کہا کہ آپ مجھے اتنی مدت کے بعد قرض واپس کریں گے اور اس پر میں آپ سے اتنا اضافہ وصول کروں گا، جیسے مثالِ مذکور میں دس ہزار درہم دو ماہ کے لئے بطور قرض دیئے اور کہا کہ میں آپ سے اس قرض پر ۵۰۰ درہم زائد لوں گا،تو یہ زائد ۵۰۰ درہم جو لے رہا ہے یہ سود ہے، اس کو شخصی سود کہا جاتا ہے یعنی ایک آدمی اپنی ضرورت کے لئے قرض لے اور اس پر سود کا معاملہ کیا جائے۔

سود کی دوسری قسم: تجارتی سود

دوسرا قرض وہ ہے جو کسی کو تجارت کے لئے دیا جاتا تھا اور پھر اس پر سود وصول کیا جاتا تھا۔ اب ہمارے زمانہ میں یہ سود تجارت میں اتنا عام ہو گیا ہے

کہ ہم لوگوں نے یہی سمجھا ہوا ہے کہ سود کے بغیر ہمارا کاروبار نہیں چل سکتا۔ آج ہم اپنی معیشت کو دیکھیں کہ ہم کیسے سودی معاملات میں جکڑے ہوئے ہیں۔ جس طرح انسان کے لئے ریڑھ کی ہڈی ضروری ہے کہ اس کے بغیر انسان ناکارہ ہوجاتا ہے، اسی طرح سود تجارت کے لئے ریڑھ کی ہڈی بن چکا ہے جبکہ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شریعت میں تو سود منع ہے ہی، چاہے ہمیں اس کے اندر کتنے ہی وقتی فائدے نظر آئیں لیکن اس کا دنیاوی وبال بھی نہایت شدید ہے، پھر فرمایا کہ ''خود یورپ کا ایک مشہور محقق اور ماہرِ تجارت کہتا ہے کہ یہ سود کاروبار کے لئے ریڑھ کی ہڈی نہیں ہے بلکہ ایک کیڑا ہے، جو ریڑھ کی ہڈی میں لگ گیا ہے''۔ لیکن چونکہ اس میں وقتی طور پر کچھ فائدہ نظر آتا ہے اس لئے کوئی اس کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ پھر اس کی فکر بھی نہیں کہ اس سے کس طرح نجات حاصل کی جائے، بلکہ اب یہ عالم ہے کہ کاروبار کی نئی نئی شکلیں پیدا ہورہی ہیں کہ بہت سے باشرع مسلمان جو بزرگوں سے بھی تعلق رکھتے ہیں، تہجد گذار ہیں، حج عمرہ بھی کرتے ہیں، دین کے مختلف شعبوں میں خدمت بھی انجام دینے کی جنہیں سعادت حاصل ہے لیکن علم نہ ہونے کی بناء پر سود میں مبتلا ہوجاتے ہیں، الا ماشاءاللہ! اور جب گناہ کو گناہ نہیں سمجھتے تو توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔

رِبا کے لغوی اور شرعی معنی

اب کچھ تفسیری نکات عرض کرتا ہوں۔ **وَحَرَّمَ الرِّبٰوا** میں جو لفظ ''رِبا'' آیا ہے، یہ رِبا کیا چیز ہے؟ رِبا کے لغت میں معنی ''زیادتی'' کے ہیں، اور اصطلاحِ شریعت میں رِبا کیا ہے؟ امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **اَلرِّبٰوا هُوَ الْقَرْضُ الْمَشْرُوْطُ فِيْهِ الْاَجَلُ وَ زِيَادَةُ مَالٍ عَلَى الْمُسْتَقْرِضِ** (یعنی وہ قرض جس میں کسی میعاد کے لئے اس شرط پر قرض دیا جائے کہ مقروض اس کو اصل مال سے زائد رقم ادا کرے گا)۔ قرض دے کر اصل مال پر ایسی زیادتی

وصول کرنا جس کے مقابلہ میں کوئی مال نہ ہو، محض اُدھار ہو اور اس کی مدت ہو، مثلاً ایک آدمی کسی کو ایک لاکھ روپے اُدھار دے اور کہے کہ ایک مہینہ کے بعد آپ مجھے ایک لاکھ دس ہزار روپے واپس کرنا۔ اب ایک لاکھ کے عوض ایک لاکھ آ گیا، دس ہزار روپے کس چیز کے عوض آ رہے ہیں؟ یہ دس ہزار روپے سود اور رِبا ہیں۔

عام طور پر رِبا کا اردو میں ترجمہ سود کر دیا جاتا ہے حالانکہ سود رِبا کی محض ایک شاخ ہے۔ سود بھی رِبا کی تعریف میں داخل ہے مگر رِبا اس میں منحصر نہیں، اس کا مفہوم بہت زیادہ وسیع ہے، خرید وفروخت کے بہت سے معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں اُدھار کا کوئی معاملہ نہیں ہوتا حالانکہ وہ بھی سود میں داخل ہوتے ہیں، البتہ زمانۂ جاہلیت میں عرب لوگ رِبا صرف اسی کو کہتے تھے جسے آج کل ہم سود کہتے ہیں لیکن بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ فرمایا کہ چھ چیزوں کی جب آپس میں خرید وفروخت ہوگی تو ان کے جواز کے لئے دو شرطیں ہیں: (۱) برابری ہونی چاہیے، کمی بیشی حرام ہے، (۲) نقد فروخت کی جائیں، ایک طرف سے یا دونوں طرف سے اُدھار نہ ہو:

((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمَرُ بِالتَّمَرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰى اَلْاٰخِذُ وَالْمُعْطِيْ فِيْهِ سَوَاءٌ۔ رواه مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الربوا؛ ص ٢٤٤)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (۱) سونا، سونے کے عوض (۲) چاندی، چاندی کے عوض (۳) گندم، گندم کے عوض (۴) جو، جو کے عوض (۵) چھوارے، چھوارے کے عوض (۶) نمک، نمک کے عوض، برابر برابر (کمی بیشی نہ ہو) اور ہاتھ در ہاتھ (نقد) ہونا چاہیے، جس شخص نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا تو اس نے سودی معاملہ کیا، اس میں لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ چھ(۶) چیزیں جب آپس میں بیچی جائیں تو پہلی شرط یہ ہے کہ دونوں چیزیں برابر برابر ہوں، اگر ایک کے پاس مدینہ شریف کی اعلیٰ قسم کی کھجور ہے، اور دوسرے آدمی کے پاس مثلاً ایرانی کھجور ہو اور وہ آپس میں خرید وفروخت کرتے ہیں، حاجی صاحب کہتے ہیں کہ میرے پاس تو عجوہ کھجور ہے، میں آپ کو دوں گا تو دس کلو لیکن لوں گا پچاس کلو تو اس نے حرام کام کیا، اس لئے کہ کھجور کا تبادلہ کھجور سے ہورہا ہے، لہٰذا اس میں برابری ضروری ہے۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ نقد سودا ہونا چاہیے، اگر وہ کہتا ہے کہ میں آپ سے ابھی کھجور لے رہا ہوں لیکن میری کھجور فلاں جگہ رکھی ہے، میں وہاں سے لاکر آپ کو دیتا ہوں، تو اس نے یہ حرام کام کیا۔ اسی طرح سونے کا تبادلہ سونے سے ہو، میرے پاس بھی سونا ہے سامنے والے کے پاس بھی سونا ہے، جب ان کا آپس میں سودا ہو تو برابری بھی ضروری ہے اور اُدھار بھی نہیں ہونا چاہیے، کمی بیشی کی تو حرام اور اُدھار کیا تو حرام۔ بقیہ چیزوں کو ان ہی پر قیاس کرلیں، تفصیل کتبِ فقہ میں مذکور ہے، یہاں چونکہ تفصیل کا موقع نہیں لہٰذا کتبِ فقہ سے مراجعت کرلی جائے۔

عیدوغیرہ کے موقع پر نئے نوٹ کا مسئلہ

اب اس پر کرنسی کے تبادلے کا مسئلہ سمجھ لیجئے! اگر ایک ہی ملک کی کرنسی کا تبادلہ اسی ملک کی کرنسی سے ہورہا ہے، پاکستان کی کرنسی کا تبادلہ پاکستان کی کرنسی کے ساتھ ہورہا ہے تو برابری ضروری ہے، اور کسی طرف سے اُدھار نہ ہو۔ جیسے مارکیٹ میں رواج ہوگیا ہے کہ بڑا نوٹ کُھلا کرانے کے لئے مثلاً پانچ سو روپے کا کُھلا لو تو چار سو نوے روپے دیتے ہیں۔ ایسا نہیں کرسکتے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں چونکہ آپ کو کُھلے پیسے دے رہا ہوں، اس لئے آپ دس روپے زیادہ دیں، یہ کمی بیشی کرلی تو حرام ہوگیا۔ اسی طرح نئے نوٹ لئے جاتے ہیں، جس کے پاس نئے نوٹ ہیں، وہ کہتا ہے میں آپ کو ایک سو روپے کے نوٹوں کی

نئی گڈی (جس میں دس ہزار روپے ہوتے ہیں) ایک سو روپے زیادہ یعنی دس ہزار ایک سو میں دوں گا، لینے والا کہتا ہے مجھے منظور ہے، نئے نوٹ سے میرے بچے خوش ہوجائیں گے، تو یہ کمی بیشی بھی حرام ہے۔ ہاں! اگر ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ دوسرے ملک کی کرنسی کے ساتھ ہو رہا ہو تو اس میں برابری ضروری نہیں، البتہ کسی ایک طرف سے نقد ہونا ضروری ہے، جیسے ڈالر کا پاکستانی کرنسی کے ساتھ، پاکستانی کرنسی کا درہم اور ریال کے ساتھ تبادلہ ہو تو برابری ضروری نہیں۔

دونوں قسم کا سود بلاشک وشبہ حرام ہے

۸ ھ میں جب حرمتِ رِبا کے متعلق قرآنِ پاک کی آیات نازل ہوئیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہیں منقول نہیں کہ ان کو رِبا کی حقیقت سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آئی ہو بلکہ جس طرح شراب کی حرمت نازل ہوتے ہی اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا، اسی طرح رِبا کی حرمت نازل ہوتے ہی انہوں نے رِبا کے سب معاملات ترک کر دیئے، لیکن اب موجودہ زمانہ میں لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تجارتی سود، سود نہیں ہے، نعوذ باللہ! وہ جائز ہے کیونکہ وہ فائدے کے لئے تو لیا جاتا ہے مگر اس میں کسی کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا، یعنی کمپنی یا فیکٹری کا مالک خود مالدار ہے اور وہ اپنے کاروبار کو بڑھانے کے لئے بینک سے قرضہ لے رہا ہے تو اس میں کسی غریب کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھایا جارہا۔ اس کا جواب شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے دیا ہے کہ ”جو سرمایہ دار بینکوں سے بڑی بڑی رقمیں لے کر تجارت کرتے ہیں، وہ اس دولت کی وجہ سے پورے بازار پر قابض ہوجاتے ہیں، چنانچہ وہ جب چاہتے ہیں نرخ بڑھا دیتے ہیں، جب چاہتے ہیں گھٹا دیتے ہیں، جب اور جہاں جی میں آتا ہے قحط برپا کر دیتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں اشیاء کی فراوانی ہوجاتی ہے،

جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں انہیں اپنے نفع میں کچھ کمی ہوتی نظر آئی، انہوں نے بازار میں اشیاء کے نرخ بڑھا دیئے، چیزیں مہنگی ہوگئیں اور بے چارے عوام نے خود اپنے ہاتھوں سے وہ سودی رقم جو بینک سے حاصل کی تھی پھر ان ہی سرمایہ داروں کے حوالے کر دی۔ اس طرح ہمارے بینک درحقیقت پوری قوم کے (Blood Bank) بنے ہوئے ہیں جہاں سے یہ سرمایہ دار پوری قوم کا خون چوس چوس کر پھولتے رہتے ہیں اور پوری قوم اقتصادی اعتبار سے نیم جان لاش رہ جاتی ہے۔ اس بینکنگ (سودی نظام) کی اصلیت معلوم کرنے کے بعد بھی کیا کسی سلیم الفکر انسان پر یہ بات مخفی رہ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کے لین دین کرنے والے کے لئے خدا اور رسول کے اعلانِ جنگ کی سخت وعید کیوں سنائی؟‘‘

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ قرآن میں جو رِبا کا لفظ آیا ہے تو وہ اُسی سود کے بارے میں آیا ہے جو پہلے زمانہ میں رائج تھا کہ کوئی آدمی اپنی ضرورت کے لئے قرض لے اور پھر اس پر سود لگایا جائے، آج کل چونکہ تجارتی قرضے دیئے جاتے ہیں اس لئے وہ سود میں داخل نہیں۔ ہم اچھی طرح یہ سمجھ لیں کہ قرآنِ پاک کی آٹھ آیات، چالیس سے زیادہ احادیث اور تمام اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ سود ہر قسم کا حرام ہے، قرآن کی کسی ایک آیت، کسی ایک حدیث میں یہ اشارہ تک نہیں ہے کہ رِبا کی حرمت صرف اس قرض پر ہے جو ضرورت کی بناء پر دیا جائے اور پھر اس پر سود وصول کیا جائے اور تجارتی سود اس سے مستثنیٰ ہو۔ تجارتی سود کو اس سے مستثنیٰ کرنے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا، یہ ایک طرح سے قرآنِ کریم کی تحریف ہے، قرآن کو بدلنا ہے۔

جن لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ تجارتی سود منع نہیں ہے، شخصی سود منع ہے، ان کو دو وجہ سے شبہ ہوا، ایک تو انہوں نے یہ دلیل پیش کی کہ تجارتی سود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں رائج ہی نہیں تھا۔ دوسرا شبہ یہ ہے کہ تجارتی سود اس لئے شامل نہیں ہے

کہ ربا سے مراد ربا کی وہی صورت ہے جو آپ ﷺ کے زمانہ میں رائج تھی، اور جو چیز آپ ﷺ کے زمانہ میں رائج نہ تھی اس پر حرمت کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اس کے دو جواب ہیں، پہلی بات کا جواب کہ تجارتی سود رائج نہیں تھا، حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایسا کہنے والوں کو تاریخ اور روایت کا علم ہی نہیں، فرمایا کہ میں نے تھوڑا غور کیا تو مجھے وہ احادیث اور تاریخ کے واقعات مل گئے جن سے صاف پتا چلتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی تجارتی سود تھا۔ حضرت نے تو سات آٹھ دلائل لکھے ہیں لیکن میں صرف چار دلیلیں پیش کروں گا۔

تجارتی سود کے حرام ہونے پر دلائل

پہلی دلیل: زمانۂ جاہلیت میں قبیلہ بنوعمرو، قبیلہ بنومغیرہ سے سود لیتے تھے، قبیلہ بنومغیرہ سود دیتے تھے۔ اب بتایئے! ایک پورا قبیلہ دوسرے قبیلہ کو سود دے رہا ہے، تو کیا یہ شخصی سود ہوگا، ضرورت کا سود ہوگا یا پھر یہ تجارت کا سود ہوگا؟ یہ تجارت کا ہی سود ہے۔ روایات میں جن قبائل کے باہمی لین دین کا ذکر ہے، وہ کسی حادثہ یا ہنگامی ضرورت کے ماتحت قرض لینے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس انداز سے کہ ان لوگوں کے درمیان یہ معاملات تجارتی کاروبار کی حیثیت سے مسلسل جاری تھے، مثلاً واقعہ نمبر ا۔ كَانَ بَنُو الْمُغِيْرَةِ يُرْبُوْنَ لِثَقِيْفٍ بنومغیرہ ثقیف کو سود دیا کرتے تھے (تفسیر درمنثور)۔ واقعہ نمبر ۲۔ كَانَ رِبًا يَّتَبَايَعُوْنَ بِهٖ فِي الْجَاهِلِيَّةِ یہ ایک ربا تھا جس کے ساتھ جاہلیت کے لوگ تجارت کرتے تھے (تفسیر درمنثور)۔ واقعہ نمبر ۳۔ تفسیرِ قرطبی میں آیت فَلَهٗ مَا سَلَفَ کے تحت لکھا ہے: هٰذَا حُكْمٌ مِّنَ اللّٰهِ لِمَنْ اَسْلَمَ مِنْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ وَّ ثَقِيْفٍ وَمَنْ كَانَ يَتَّجِرُ یعنی یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں کے متعلق تھا جو قریش وثقیف میں سے مسلمان ہوگئے تھے اور جو ''تجارت پیشہ'' تھے (تفسیرِ قرطبی)۔

دوسری دلیل: حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا کاروبار تھا، اور بنو ثقیف جیسے مالدار لوگ ان سے سود پر روپیہ لیتے تھے (اس وقت سود کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔) (بحوالہ تفسیرِ مظہری)

تیسری دلیل: اس سے آسان دلیل یہ ہے کہ جو واقعہ جنگِ بدر کا محرک بنا، وہ یہ تھا کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو پہلے مسلمان نہیں تھے، جنگِ بدر سے پہلے ایک تجارتی قافلہ شام سے لے کر آرہے تھے، اس کے بارے میں تاریخ یہ کہتی ہے کہ اس میں مکہ کے ہر فرد کا حصہ تھا، یہاں تک لکھا ہے کہ کوئی قریشی ایسا نہیں تھا جس کے پاس ایک درہم ہو اور اس نے وہ درہم قافلہ میں نہ بھیجا ہو، تو یہ تجارتی قرض ہی تھا اور سود پر لیا اور دیا جاتا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم انعام الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۱۵۴ پر فرماتے ہیں کہ "یہ قرضے اس کام کے لئے لوگوں سے لئے جاتے تھے کہ ہم تجارت کے لئے قافلہ بھیجیں گے، اور پھر وہاں سے آکر یہاں مال بیچیں گے اور تمہارا قرضہ سود پر ادا کریں گے۔"

چوتھی دلیل: حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک سودی رقم کسی تاجر کے ذمہ واجب تھی، ان حضرات نے قرضہ دے کر سود طے کیا تھا، (یاد رہے کہ اس وقت سود منع نہیں تھا)، جب قرض کی ادائیگی کا وقت آیا تو رِبا کی حرمت نازل ہو چکی تھی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو سود کے مطالبہ سے روک دیا اور انہوں نے اپنا سود چھوڑ دیا۔ اس میں صراحت ہے کہ ان دونوں حضرات نے ایک تاجر کو رقم بطور قرض دی تھی۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری حج میں جو خطبہ دیا، جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے، اس میں فرمایا کہ اَوَّلُ رِبًا اَضَعُ مِنْ رِّبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ (مشکوۃ: (قدیمی)؛ ص ۲۲۵) سب سے پہلا سود

جو چھوڑا گیا وہ عباس رضی اللہ عنہ کا سود ہے، وہ سب کا سب ہم نے چھوڑ دیا۔ دیکھئے! کیسی مثال قائم فرمائی کہ اپنے گھر سے شروع فرمایا تاکہ کسی کے دل میں یہ وسوسہ نہ آئے کہ ہم پر نقصان ڈال دیا گیا ہے۔

اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے کے بہانے

دوسرے اشکال کا جواب: جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رِبا کی وہی صورت حرام ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں رائج تھی، جو آپ کے زمانہ میں رائج نہ ہو وہ حرام نہیں ہونی چاہیے، لہٰذا تجارتی قرض پر سود حرمت میں داخل نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ رِبا کی جو صورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں رائج نہ ہو وہ حرام نہیں، یہ بات بالکل بے وزن اور غلط ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام جس چیز کو حلال یا حرام کہتا ہے تو اس کے سامنے اس کی ایک حقیقت ہوتی ہے، اور اسی پر احکام کا دارومدار ہوتا ہے۔ شکل وصورت کتنی ہی بدل جائے، اس کے بنانے کے آلات چاہے کتنے ہی بدل جائیں لیکن قرآن وحدیث کے سامنے اس کی ایک حقیقت ہوتی ہے، وہ اسی کو حرام کہتا ہے، شکل وصورت کے بدلنے سے احکام میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جیسے قرآنِ پاک نے جب شراب کو حرام قرار دیا تو اس زمانہ میں جو شراب بنتی تھی وہ گھروں میں بنائی جاتی تھی، کوئی خاص طریقہ نہیں تھا، اب کوئی یہ کہے کہ اُس زمانہ میں لوگ اپنے ہاتھوں سے گھروں میں شراب بناتے تھے، اس میں حفظانِ صحت کے اصولوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا تھا جبکہ آج کل اس کی بوتلوں کو دھویا جاتا ہے، مہنگی مہنگی بوتلیں ہوتی ہیں، کیمیکل استعمال کیا جاتا ہے، جدید مشینوں سے صاف ستھری شراب بنتی ہے تو یہ شراب حلال ہونی چاہیے، شراب کی حرمت کا اطلاق موجودہ دور کی شراب پر نہیں ہونا چاہیے، وغیرہ۔ کوئی بھی اس کا قائل نہیں کیونکہ شراب کی جو حقیقت ہے وہ ہے نشہ آور ہونا، وہ نشہ اس میں

آج بھی موجود ہے، جہاں جہاں وہ نشہ ہوگا چاہے کسی کو آئے یا نہ آئے تو شراب کو حرام کہا جاتا رہے گا۔

اسی طرح اسلام میں بدکاری اور بے حیائی سے منع کیا گیا ہے، کوئی کہے کہ اُس زمانہ میں بدکاری اور بے حیائی کا طریقہ اور تھا، آج کے زمانہ میں اور ہے، اُس زمانہ میں کم حیثیت جگہوں پر بدکاری ہوتی تھی، آج کل اس کے لئے ڈانس کلب بن چکے ہیں، فائیو اسٹار ہوٹلوں میں یہ کام ہوتا ہے، لہٰذا اب اس کی اجازت ہونی چاہیے، کوئی بھی اس کی اجازت نہیں دے گا۔ اسی طرح یہ کہا جاتا ہے کہ اُس زمانہ میں سور جو حرام تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ گندے رہتے تھے، غلاظت کھاتے تھے، گندے ماحول میں ان کی پرورش ہوتی تھی لیکن آج کل ان کے لئے اعلیٰ درجہ کے فارم ہوتے ہیں، ان کی باقاعدہ پرورش کی جاتی ہے، اچھی اچھی غذائیں دی جاتی ہیں لہٰذا سور بھی حلال ہونا چاہیے۔ نہیں! کوئی بھی اس کو حلال نہیں کہے گا، کیونکہ قرآن میں اس کو حرام فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح موجودہ زمانہ میں موبائل فون میں، ٹی وی پر، انٹرنیٹ وغیرہ پر جتنے بھی گناہ ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں تو یہ سب نہیں تھے، تو کیا یہ کہنا جائز ہوگا کہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں یہ چیزیں نہیں تھیں اس لئے یہ حلال ہونی چاہئیں؟ نہیں! اس کی حقیقت دیکھی جائے گی کہ ان میں کیا کیا خرابیاں ہیں؟ وہ خرابیاں منع ہیں تو اس کو حرام کہا جائے گا۔

حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اس پر ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک ہندوستانی کی آواز اچھی تھی، گانا گاتا تھا، وہ عرب کے کسی شہر پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ایک دیہاتی بدو بہت بھدی آواز میں گانا گا رہا ہے، جس کو کَرِیْہُ الصَّوْتِ کہتے ہیں، تو وہ ہندوستانی کہنے لگا کہ اس جیسے کسی آدمی کا گانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سنا ہوگا، اس لئے حرام قرار دے دیا، اگر آپ میرا گانا سنتے تو کبھی حرام نہ کہتے (نعوذ باللہ)۔

اس تمہید کے بعد دیکھنا ہے کہ سود جس کو قرآن و حدیث میں حرام کہا گیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور تجارتی سود میں یہ حقیقت پائی جاتی ہے یا نہیں؟ سود کی حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص کو دیئے ہوئے قرض پر طے کر کے کسی بھی قسم کی زیادتی کا مطالبہ کرنا۔ لہٰذا جہاں کہیں یہ حقیقت پائی جائے گی وہاں حرمت آئے گی، چاہے اس سود کی مخصوص شکل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں موجود ہو یا نہ ہو، اور سود کی یہ حقیقت تجارتی سود میں بھی پائی جاتی ہے، اس لئے تجارتی سود بھی حرام ہوگا۔

سودخوروں کی روزِ قیامت عبرتناک حالت

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ﴾

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اس شخص کی طرح (اپنی قبروں سے) اٹھیں گے جسے شیطان (جن) نے لپٹ کر پاگل بنا دیا ہو۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت میں سود کھانے والوں کی مذمت اور ان کا انجامِ بد بیان کیا گیا ہے جو اُن کو قیامت کے دن پیش آئے گا، یعنی قیامت کے دن اپنی قبروں سے اس طرح حیران و پریشان کھڑے ہوں گے جیسے کسی کو شیطان جن لپٹ جائے، جس کی وجہ سے وہ پاگل و مجنون ہو گیا ہو کہ اس کے ہوش و حواس خطا ہو جائیں اور وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگے۔ قرآنِ پاک نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ مجنون کی حالت میں اٹھایا جائے گا بلکہ اس طرح فرمایا کہ جس کو شیطان جن نے چھو کر خبطی بنایا ہو، مجنون بنایا ہو۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو مجنون اور پاگل ہوتا ہے وہ تو بعض اوقات بے حس ہو جاتا ہے، اس کو تکلیف و راحت کا احساس نہیں ہوتا، لیکن یہ لوگ ایسے مجنون ہوں گے کہ ان کو اپنی تکلیف و عذاب کا

پورا پورا احساس ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ جو مجنون و پاگل ہوتا ہے وہ بعض اوقات ایک جگہ خاموش کھڑا رہتا ہے، کوئی حرکت بھی نہیں کرتا لیکن یہ لوگ ایسے نہیں ہوں گے بلکہ ان کی لغو حرکات ان کو پورے عالمی مجمع میں رسوا کردیں گی۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ جرم اور سزا میں کچھ مناسبت ہونی چاہیے، جرم تو انہوں نے سود کا کیا تھا اور سزا ان کو یہ مل رہی ہے۔ اس کا جواب یہ دیا کہ جو سود خور ہوتا ہے، جو لوگوں کو سود پر قرض دیتا ہے، وہ اپنی لالچ اور حرص میں اس قدر مدہوش ہوتا ہے کہ اس کو کسی غریب کی غربت کا احساس ہی نہیں ہوتا، نہ اس کو شرم آتی ہے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو تکلیفیں آئیں، مصیبت آئے، لوگوں کی فصلیں تباہ ہوں، ان کے پیسے برباد ہوں تاکہ وہ میرے پاس آئیں اور میں سود پر قرضہ دوں۔ چونکہ وہ اپنی زندگی میں درحقیقت بے ہوش تھا، اس لئے محشر میں بھی اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔

اور جو یہ فرمایا یَأۡكُلُوۡنَ الرِّبٰوا کہ جو سود کھاتے ہیں، مراد اس سے نفع اٹھانا ہے، چاہے کھانے میں استعمال کرے یا لباس میں یا مکان اور اس کے فرنیچر میں۔ اس کو کھانے سے اس لئے تعبیر کیا کہ جو چیز کھائی جائے اس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں رہتا جبکہ دوسری ضرورتوں میں استعمال کے بعد اس چیز کو واپس کیا جاسکتا ہے، اس لئے مکمل تصرف کو کھاجانے کے لفظ سے تعبیر کیا اور دوسری وجہ عام محاورے کی ہے، ہمارے محاورے میں بھی کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی میرا مال کھا گیا، حالانکہ اس نے اس کے مال سے کھانے کے علاوہ بھی چیزیں خریدی ہوتی ہیں۔

سود خوری کی مثالی سزا کی توجیہ

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَيۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا یہ سزا کہ بدحواس ہوکر قبروں سے اٹھائے جائیں گے، ان کو اس لئے

ملے گی کیونکہ یہ کہتے تھے کہ بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہے۔ بیع خرید وفروخت کو کہتے ہیں جس میں ایک آدمی پیسے دیتا ہے، دوسرا کوئی سامان دیتا ہے۔ تو یہ سود خور کہتے ہیں کہ دیکھئے! جس طرح بیع میں ایک آدمی نفع کماتا ہے، تو سود میں بھی تو وہی چیز ہے کہ ایک آدمی نے پیسہ دیا، اس سے وہ فائدہ اٹھارہا ہے۔ اس سے انہوں نے سمجھا کہ بیع بھی رِبا کی طرح ہے، اگر رِبا حرام ہے تو بیع بھی حرام ہونی چاہیے؟ حالانکہ بیع کو کوئی بھی حرام نہیں کہتا تو سود بھی حرام نہیں ہونا چاہیے۔ حضرتِ اقدس مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصل میں ان کو کہنا تھا: ''اِنَّمَا الرِّبٰوا مِثْلُ الْبَيْعِ'' یعنی رِبا بیع کی طرح ہے، بیع حلال ہے تو رِبا بھی حلال ہونا چاہیے، لیکن انہوں نے یہ جو انداز اختیار کیا کہ بیع رِبا کی طرح ہے، اگر سود حرام ہے تو بیع بھی حرام ہے، یہ انہوں نے مسلمانوں پر طنز کیا ہے کہ تم رِبا کو حرام کہتے ہو تو بیع کو بھی حرام کہو۔ اب سمجھنا آسان ہوگا کہ یہ سزا ان کو اس لئے ملی کہ ایک تو انہوں نے گناہ کیا کہ سود کھایا، پھر اس پر اتنا جری بھی ہو گئے کہ اہلِ ایمان پر طنز اور استہزاء کرتے رہے۔

بیع اور سود کا بنیادی فرق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حاکمانہ انداز میں فرمایا: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ دونوں ایک ہی طرح کی چیز ہیں، جبکہ اللہ نے بیع یعنی خرید وفروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ بیع اور سود کا سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مالک ہیں، خالق ہیں، ہمارے بُرے بھلے کو خوب جانتے ہیں، جب اللہ نے ایک چیز کو حلال اور دوسری کو حرام قرار دیا ہے تو جس چیز کو حرام قرار دیا ہے اس میں ضرور ہمارا کوئی نقصان ہوگا، خواہ ہمیں سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ لیکن علماءِ کرام کا احسان ہے کہ انہوں نے ہماری آسانی کے لئے سمجھا بھی دیا کہ

بیع یعنی خرید وفروخت میں دونوں کا فائدہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی پیسے دیتا ہے، اس کے عوض اس کو کپڑا مل جاتا ہے، گاڑی مل جاتی ہے، گھر مل جاتا ہے۔ پیسوں کے مقابلے میں کپڑا آ گیا، یا گاڑی آ گئی، یا جو بھی چیز وہ خریدتا ہے، تو دونوں کا فائدہ ہو گیا۔ جبکہ سود میں ایک آدمی دوسرے کو مثلاً ایک لاکھ روپے دیتا ہے، تین مہینے کے بعد وہ طے شدہ معاہدے کے تحت اس کو ایک لاکھ دس ہزار روپے واپس کرتا ہے، تو لاکھ کے عوض تو لاکھ آ گیا، پھر یہ دس ہزار کس چیز کے عوض میں ہیں؟ یہ سوائے مفت خوری کی بدترین شکل کے اور کیا ہے؟ یہ زیادتی کسی مال کے بدلے میں نہیں بلکہ قرض پر مہلت دینے کا معاوضہ ہے، جو جائز نہیں۔

تقویٰ کی ایک اور باریک بات میرے شیخ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی کہ ''یہ بات بھی ذہن نشین رکھئے کہ سود لینا تو گناہِ کبیرہ ہے ہی مگر جو شخص کسی کو قرض دینے کے بعد اس سے قرض کے دباؤ سے کوئی فائدہ اٹھائے، یہ بھی سود ہے۔ مثلاً کسی نے ایک آدمی کو کسی پریشانی میں یا بیٹی کی شادی میں دس ہزار روپیہ قرض دیا، اب وہ اس سے بیگاری لیتا ہے، کیسے؟ کہتا ہے کہ دیکھو کل آ جانا تو ہماری گاڑی فلاں میکینک کے پاس لے جانی ہے، دوسرے دن کوئی اور کام اس سے لے لیا، یا اس کو کہتا ہے تم ہم کو دعوت بھی نہیں کھلاتے ہو، دس ہزار روپے لے کر بیٹھ گئے، پوچھتے بھی نہیں، لہٰذا ہر پیر اور جمعرات کو مرغ کھلایا کرو۔ تو ایک قاعدہ کلیہ سمجھ لیجیے:

((کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا))

(ردالمحتار علی الدر المختار: کتاب الحظر والاباحۃ؛ ج ٦ ص ٣٨١)

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)؛ ج ٦ ص ٩٩؛ رقم الحدیث ١٥٥١٢)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ قرض جو نفع حاصل کرے سب کا سب سود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اصول بتا دیا کہ جس قرض سے دنیاوی کوئی فائدہ حاصل

کیا جائے وہ بھی سود ہے۔اس لئے اگر پہلے سے اس کے دعوت وغیرہ کرنے جیسے تعلقات نہیں تھے،قرض کے بعد اس نے شروع کیا تو اپنے مقروض کی دعوت بھی قبول نہ کرو۔ہاں اگر پہلے بھی ایسی دعا سلام تھی،قرض کے دباؤ سے نہیں ہے تو قبول کرلو۔ہمارے بزرگ تو تقویٰ کی وجہ سے جس کو قرض دیا،اس کے گھر کی دیوار کے سائے میں بھی نہیں بیٹھتے تھے،فتویٰ نہیں ہے لیکن بزرگوں نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔'' (از مواعظ اختر نمبر ۱۶: گمراہی کے اندھیرے اور سنت کا نور)

اسی طرح ایک آدمی کسی کو قرض دے کہ میں آپ کو پانچ لاکھ اُدھار دوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اپنی گاڑی مجھے دس دن چلانے کے لئے دیں گے، یہ بھی حرام ہے کیونکہ جو قرض دیا اس کے عوض دس دن کے لئے گاڑی لے کر آگیا۔

سود سے سچی توبہ کے لئے تمام سود واپس کرنا ہوگا

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ﴾

اس کا مطلب یہ ہے کہ سن ۸ ہجری میں جب سود کو حرام قرار دیا گیا تو حرمتِ رِبا کا حکم نازل ہونے سے پہلے جس نے بھی سودی معاملہ کیا ہو،سود حاصل کرلیا ہو، اس سے فائدہ اٹھایا ہو،تو یہ رقم اس کو واپس نہیں کرنا پڑے گی، جو ماضی میں ہوگیا اس پر مؤاخذہ نہیں ہوگا لیکن جس دن حرمت نازل ہوئی اس کے بعد اگر کوئی سود لے گا تو وہ واپس کرنا پڑے گا۔یہ رعایت حرمتِ سود کا حکم نازل ہونے کے وقت تھی لہٰذا آج اگر کوئی کہے کہ اب تک جو سود ہم نے لاعلمی میں لے لیا وہ ہمیں واپس نہیں کرنا ہوگا، یہ بات صحیح نہیں بلکہ جتنا سود لیا ہے، وہ سب ان کے مالکوں کو واپس کرنا ہوگا۔یہ ہمارا قصور ہے کہ ہم نے شریعت کے احکام معلوم کیوں نہیں کئے؟ میرے والد صاحب عارف باللہ حضرتِ اقدس شاہ

فیروز عبداللہ میمن صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ دنیا کے ہر مشکل سے مشکل قانون کی معلومات حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کا نقصان نہ ہو جائے تو دین میں ایسا کیوں نہیں کرتے؟ آخرت میں یہ عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا کہ مجھے معلوم نہیں تھا، وہاں پوچھا جائے گا کہ معلوم کیوں نہیں کیا؟

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی فَانْتَهٰی پس وہ باز آ گیا، رُک گیا تو فَلَهٗ مَا سَلَفَ تو ماضی میں جو لے چکا وہ اسی کا ہے۔ پھر فرمایا: وَاَمْرُهٗۤ اِلَی اللّٰهِ اس کا باطنی معاملہ اللہ کے حوالے ہے کہ وہ دل سے باز آیا یا نہیں؟ اگر اس نے دل سے سچی توبہ کی ہے تو اسے اس کا فائدہ ہوگا لیکن اگر جھوٹی توبہ کی ہے تو نقصان اسی کا ہوگا مگر تمہیں بدگمانی کا حق نہیں، اللہ تعالیٰ خود اس کو دیکھیں گے۔

ایک مرتبہ توبہ کرنے کے بعد دوبارہ سودخوری کی سزا

اور فرمایا: وَمَنْ عَادَ اور جس نے لوٹ کر پھر وہی کام کیا۔ اس حصہ کی دو تفسیر ہیں: نمبر (۱) آیاتِ حرمت نازل ہونے کے بعد کسی نے دوبارہ سودی لین دین شروع کر دیا تو ایسا شخص فاسق ہے۔ نمبر (۲) یا اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جب بیع حلال ہے تو رِبا بھی حلال ہونا چاہیے، اس میں کوئی فرق نہیں ہے، ایسا کہنے والا کافر ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یعنی ایسے لوگ دوزخی ہیں، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے سودی کام کئے اور هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے)، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ بیع بھی تو مثل رِبا کے ہے۔ اس بات کو سمجھ لیجئے کہ کفار اور مشرکین کے لئے ہمیشہ کی دوزخ ہے اور وہ مسلمان جنہوں نے سودی معاملہ کیا تو چونکہ یہ گناہِ کبیرہ ہے لہٰذا اس کے مرتکبین بھی دوزخ میں جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ

جب چاہیں گے ایمان کی برکت سے ان کو بخش دیں گے، یا وہ مرنے سے پہلے توبہ کرلیں، توبہ کے بعد تو بڑے سے بڑے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں۔

قبولیتِ توبہ کی چار شرائط

لیکن توبہ بھی جب قبول ہے جب اپنی شرائط کے ساتھ کی جائے۔ توبہ کی چار شرائط ہیں، ان چار شرطوں کے ساتھ اگر کوئی توبہ کرے گا تو بڑے سے بڑے گناہ چاہے سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، ریت کے ذرّات جتنے ہوں، زمین سے آسمان تک اس کے گناہ بھر جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ معاف فرمادینے پر قادر ہیں۔ شرط نمبر (۱): اس گناہ سے الگ ہوجائے، یہ نہیں کہ سودی کاروبار بھی کررہا ہے اور ملتزم پر رو رو کر معافی بھی مانگ رہا ہے، نہیں، سب سے پہلے گناہ چھوڑنا ہے، نمبر (۲): اپنے گناہوں پر نادم ہوجائے، نمبر (۳): آئندہ کے لئے پختہ عزم ہو کہ گناہ نہیں کرے گا اور نمبر (۴): اگر کسی کا حق مارا ہو تو وہ واپس کرے۔ لہٰذا سودی روپیہ واپس کرنا پڑے گا، چاہے وہ سودی رقم کتنی ہی زیادہ ہو۔ لیکن اگر کسی کے پاس دینے کے لئے کچھ ہے ہی نہیں، تو وہ علماء کرام مفتی صاحبان کے پاس آکر پوچھے کہ میں نے اتنا سود لیا تھا، اب میرے پاس واپس کرنے کے لئے کچھ ہے نہیں، مجھے کیا کرنا ہوگا؟ پھر مفتی صاحبان ان شاءاللہ! اس کا حل بتائیں گے۔ اور اگر خدانخواستہ سود کو حلال سمجھا، یہ کہا کہ سود اور بیع میں کیا فرق ہے تو ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے اور کفر کی سزا دائمی جہنم ہے۔

سود کی بے برکتی اور صدقہ کی برکت کا بیان

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ﴾

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ حکیم الامت حضرت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''سودی مال ایک دن مٹ کر رہتا ہے، حقیقۃً تو مٹتا ہی ہے، کبھی صورۃً بھی مٹ جاتا ہے۔'' حدیث شریف میں بھی ہے:

((اِنَّ الرِّبَا وَاِنْ کَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهٗ تَصِیْرُ اِلٰی قُلٍّ۔ رواہ ابن ماجۃ والبیھقی))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب الربٰوا، ص ۲۴۶)

کہ سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے مگر انجامِ کار نتیجہ اس کا قلت ہے جبکہ صدقہ کے بارے میں حدیثِ پاک ہے:

((مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب فضل الصدقۃ، ص ۱۶۷)

کہ صدقہ دینے سے کوئی مال نہیں گھٹتا۔ عقل یہ کہتی ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات سے مال گھٹتا ہے اور سود سے مال بڑھتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ سود سے مال گھٹتا ہے اور صدقات سے مال بڑھتا ہے، حضرت مفتی اعظم مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال دی کہ ایک آدمی کے پاس سو روپے ہوں، اس نے پانچ روپے صدقہ کیا، اس کے پاس ۹۵ روپے رہ گئے، دوسرے کے پاس سو روپے ہیں، اس نے سودی قرضہ دیا، اس پر اس کو پانچ روپیہ سود سے مل گئے، تو جس نے صدقہ دیا اس کے ۹۵ ہو گئے اور جس نے سود پر قرضہ دیا اس کے ۱۰۵ ہو گئے، اب دنیا کا کون آدمی کہے گا کہ ۹۵ زیادہ ہیں اور ۱۰۵ کم ہیں؟ پھر قرآن و حدیث کے الفاظ کا مطلب کیا ہو گا کہ سود سے مال گھٹتا ہے اور صدقہ سے مال بڑھتا ہے؟ اس کی پہلی تفسیر یہ فرمائی کہ یہ آخرت کے اعتبار سے ہے کہ سود خور کے پاس اگرچہ لاکھوں کروڑوں روپے ہوں لیکن اس کا مال آخرت میں کچھ کام نہ آئے گا بلکہ اس پر وبال اور عذاب بنے گا، اور صدقہ کرنے والوں کا مال ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں اور راحتوں کا ذریعہ بنے گا۔

دوسری تفسیر یہ فرمائی کہ سود کا مٹنا اور صدقہ کا بڑھنا آخرت کے لئے تو ہے ہی مگر اس کے کچھ اثرات دنیا میں بھی نظر آجاتے ہیں۔ سود جس مال میں

شامل ہوتا ہے بعض اوقات وہ مال خود ہلاک و برباد ہوتا ہے اور دوسرے مال کو بھی ساتھ برباد کرتا ہے۔ مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ بڑے بڑے مالدار دیکھتے دیکھتے فقیر بن گئے۔ عام تجارت میں بھی نفع اور نقصان دونوں کا امکان رہتا ہے لیکن ایسا نقصان کہ کل کروڑ پتی تھا اور آج فقیر ہو گیا، یہ صرف سود ہی میں ہوتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ سودی کاروبار زیادہ سے زیادہ صرف چالیس سال چلتا ہے، اس سے زیادہ نہیں چلتا، ہاں اگر کہیں زیادہ چلے تو یہ ڈھیل ہوتی ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ صدقات سے مال بڑھنا اور سود سے مال گھٹنے کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی صدقہ اور زکوٰۃ دیتا ہے تو اس کے مال میں اتنی برکت ہوتی ہے کہ تھوڑے پیسوں میں اس کے بڑے بڑے کام نکل جاتے ہیں جبکہ سود خور کے پیسے عموماً بیماریوں کے علاج میں، حادثات میں، فلموں میں، شراب میں، تھیٹر میں، موسیقی کی محفلوں میں، گناہ کے کاموں میں خرچ ہو جاتے ہیں، جبکہ صدقہ وزکوٰۃ دینے والے پر عموماً آفتیں نہیں آتیں یا کم آتی ہیں۔

حرام مال سے چین وسکون ملنا محال ہے

ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں آئے کہ ہمیں تو سود خور کا مال بڑھتا ہوا نظر آتا ہے؟ تو یاد رکھئے یہ بڑھنا ایسا ہے جیسے انسان کا بدن ورم وغیرہ سے بڑھ جائے، یہ بھی تو زیادتی ہے لیکن کوئی اس زیادتی کو پسند نہیں کرتا۔ کسی کو یہ شبہ بھی ہوسکتا ہے کہ آج کل تو سود خور بڑے مزے میں ہیں، ان کے پاس بڑے بڑے بنگلے ہیں، گاڑیاں ہیں، کارخانے ہیں، غرض دنیا کی ہر آسائش ان کو حاصل ہے، یہ تو بڑے مزے اور راحت وسکون میں ہیں، تو اس کو سمجھ لیجئے کہ راحت اَور چیز ہے، سامانِ راحت اَور چیز ہے۔ ان کو اسبابِ راحت اور اسبابِ سکون تو حاصل ہیں لیکن چین، سکون اور اطمینان ہرگز حاصل نہیں۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مثال دیتے ہیں کہ نیند ایک راحت ہے، اس کے اسباب میں اچھا ہوادار اور

روشن مکان، پلنگ، گدا، تکیہ، پنکھا، اے سی وغیرہ سب مہیا ہوں لیکن کیا ضروری ہے کہ ان سب اسباب کے ہوتے ہوئے نیند بھی آجائے؟ کتنے ہی لوگ ہیں جنہیں کسی عارضے کی وجہ سے نیند نہیں آتی، امریکہ جیسے امیر ملک میں پچھتر فیصد لوگ بغیر نیند کی دوا کھائے سو نہیں سکتے۔ نیند کے سامان تو آپ بازار سے خرید سکتے ہیں لیکن نیند کسی بازار سے کسی بھی قیمت پر نہیں لا سکتے۔ تو گناہوں میں راحت وسکون حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ میرے پیارے شیخ، شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں ؂

خدا کی سرکشی سے خودکشی ہے مال و دولت میں
کبھی اللہ والوں سے نہیں ایسا سنا جاتا
اگر پٹرول کے مانند ہوتا یہ سکونِ دل
زمیں میں کرکے بورنگ اس کو ہر کافر بھی پا جاتا

گناہوں پر جری ہونا خطرناک ہے

اس آیت کے آخری جز میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾

اور اللہ پسند نہیں کرتا کسی کفر کرنے والے کو کسی گناہ کرنے والے کو۔

یہاں کفر کرنے والے سے مراد وہی آدمی ہے جو کہتا ہے کہ بیع تو سود کے مثل ہے، جب بیع حلال ہے تو سود بھی حلال ہونا چاہیے، یہ کافر ہے، تحریف کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی گناہ کرنے والے کو، اس سے مراد وہ آدمی ہے جو سودی معاملہ کرتا ہے لیکن وہ قرآن کے حکم کا انکار نہیں کرتا، مذاق نہیں اُڑاتا۔

سودی معاملات کی چند مثالیں

اب موجودہ زمانہ میں سودی معاملے کی کچھ صورتیں بیان کرتا ہوں۔

نمبر(۱)۔حالیہ دنوں میں ہمارے ملک میں ایک نئی سودی اسکیم رائج ہوئی ہے جس کا نام رکھا ہے''کامیاب نوجوان اسکیم''، یہ بھی سود میں داخل ہے۔علماء کرام فرماتے ہیں کہ جس پڑھائی کے لئے یہ قرضہ دیا جا رہا ہے،جس نوجوان کی ابتداء اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلانِ جنگ سے ہوگی،وہ نوجوان کامیاب کیسے ہوگا؟ اس کے کاروبار میں، اس کی نوکری میں برکت کیسے ہوگی؟ تو اس اسکیم کا نام''کامیاب نوجوان اسکیم''رکھ کر گویا یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ سود کا روپیہ لے کر تم کامیاب ہوجاؤ گے۔(نعوذ باللہ)

نمبر(۲)۔کسی سودی بینک میں سیونگ اکاؤنٹ یا فکس ڈپازٹ میں رقم رکھوا کر اس پر نفع لینا، چاہے ذاتی قرضہ لیا جائے یا کاروباری قرضہ لیا جائے۔

نمبر(۳)۔موبائل فون کے اکاؤنٹ میں مخصوص بیلنس رکھ کر کمپنی سے مفت منٹ، مفت ایس ایم ایس، اور مفت انٹرنیٹ کی سہولت لینا، یہ بھی سود میں داخل ہے، یہ بھی آج کل بہت عام ہورہا ہے۔

نمبر(۴)۔قسطوں پر خرید وفروخت کا معاملہ کرنے پر بروقت ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں جرمانہ لگانا۔جیسے پچاس ہزار کی موٹر سائیکل کو قسطوں میں ساٹھ ہزار میں خریدا، تمام معاملہ شرعی طریقہ پر طے ہوا کہ میں اس ترتیب سے قسطیں ادا کروں گا لیکن دکاندار کہتا ہے کہ اگر آپ مجھے وقت پر قسط نہیں دیں گے تو میں اتنا جرمانہ لگاؤں گا، یہ سود میں آجائے گا۔اس کے علاوہ موجودہ زمانہ میں سود کی اور بھی کئی صورتیں ہیں،جس کی تفصیل کا ابھی موقع نہیں، اہلِ فتاویٰ سے اس سلسلے میں رابطہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلانِ جنگ کی وعید

اس کے بعد کی آیت میں اہلِ ایمان کو بشارت دی گئی ہے کہ بیشک جو

لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور (بالخصوص) نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی، ان کے لئے ان کا ثواب ہوگا ان کے پروردگار کے نزدیک اور (آخرت میں) ان پر کوئی خطرہ نہیں ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے (بیان القرآن)۔

اگلی آیات میں دوبارہ سود کے خلاف سخت وعید کا ذکر فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ ۖ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ○﴾

(سورۃ البقرۃ: آیات ۲۷۸، ۲۷۹)

کہ اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا۔ پس اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے ہے اصل مال تمہارا، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔

اللہ تعالیٰ سے جنگ سے مراد دوزخ ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ سے مراد جہاد ہے، یعنی تم سے باغیوں اور مرتدوں کی طرح جہاد کیا جائے گا اِلَّا مَنْ تَابَ ہاں اگر سچے دل سے کوئی توبہ کر لے تو سب معاف ہو جائے گا۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے اعلانِ جنگ مول لے، اس کی محرومی، شقاوت، بدبختی اور دنیا و آخرت کی مکمل تباہی و بربادی کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ آج اس سودی نظام نے پوری دنیا کو تباہی کے کنارے پر پہنچا دیا ہے، ان شاء اللہ! ایک وقت آئے گا کہ لوگوں کے سامنے اس کی حقیقت کھل جائے گی اور ان کو پتا چل جائے گا کہ قرآن نے سود کے خلاف اعلانِ جنگ کیوں کیا تھا؟

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلانِ جنگ کی وعید قرآن و حدیث میں

صرف دو گناہوں پر آئی ہے، نمبر(۱)۔ سودی معاملات کرنے والوں کے لئے، نمبر(۲)۔ جو اہل اللہ کو ستاتے ہیں، جو اللہ کے دوستوں سے دشمنی کرتے ہیں، حدیثِ قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔ رواہ البخاری))

(مشکوٰۃ المصابیح:(قدیمی)؛باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ؛ص ۱۹۷)

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے کسی دوست سے دشمنی کرے تو میں اس کے ساتھ اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

((مَنْ عَادٰی لِلّٰہِ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَ اللہَ بِالْمُحَارَبَۃِ۔ رواہ ابن ماجۃ والبیہقی))

(مشکوٰۃ المصابیح:(قدیمی)؛باب الریاء والسُّمعۃ؛ص ۴۵۵)

یعنی جس نے اللہ کے کسی ولی سے دشمنی کی تو وہ اللہ سے جنگ کرنے کے لئے میدان میں آ گیا۔ شراحِ حدیث نے لکھا ہے کہ سود کا گناہ اور اہل اللہ کو ستانے کا گناہ ایسے دو گناہ ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان کا ارتکاب کرنے والوں سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ آپ غور کریں تو یہ دونوں گناہ آج کتنے عام ہو گئے ہیں، سود کا لین دین بھی بہت ہو رہا ہے اور جو اولیاء اللہ ہیں، اللہ کی طرف رجوع ہونے والے ہیں، عبادت و تلاوت و ریاضت میں لگے رہتے ہیں، قرآن و حدیث کے علوم پڑھتے پڑھاتے ہیں، دینی علوم و نیک اعمال کی طرف بلاتے ہیں، دین کے لئے محنتیں کرتے ہیں، ان حضرات سے دشمنی کی جاتی ہے۔ پھر ستم یہ کہ اللہ کی رحمت کے امیدوار بھی ہیں، سود کا لین دین بھی جاری ہے، علماء کرام اور اہل اللہ کو بھی ستا رہے ہیں، ان کا مذاق اُڑا رہے ہیں، ان کی غیبتیں کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے اعلانِ جنگ کر کے اسی سے رحمت کی امید رکھنا کیسی ناسمجھی کی بات ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

سود کی مذمت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیثِ مبارکہ

اب سود کے بارے میں وہ وعیدیں جو احادیثِ مبارکہ میں بیان ہوئی ہیں، وہ پیش کرتا ہوں:

سود کی وجہ سے چار آدمیوں پر لعنت

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ ھُمْ سَوَاءٌ۔ رواہ مسلم))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الربوا؛ ص ۲۴۴)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اے اللہ! لعنت فرما سود کھانے والے پر، کھلانے والے پر، لکھنے والے پر، اس پر گواہ بننے والوں پر، سب کے سب اس لعنت کی وعید میں آجاتے ہیں، جو سود لیتا ہے، جو دیتا ہے، جو گواہ بنیں، اور جو سودی دستاویز لکھے وہ بھی۔ جو لوگ کسی کمپنی کے اکاؤنٹس کا آڈٹ کرنے جاتے ہیں، تقویٰ سے رہنے میں ان کو تکلیفیں آتی ہیں، ان کو بھی مسئلہ پوچھنا چاہیے کہ ہمیں آڈٹ کرنے کے لئے مختلف دفتروں میں جانا ہوتا ہے، ہمیں کس طرح وہاں رہنا ہے؟ اور کیسے گناہ سے اور اس پر تعاون کرنے سے بچنا ہے؟

سود کے ستّر گناہ ہیں

((لِلرِّبٰوا سَبْعُوْنَ جُزْءًا اَیْسَرُھَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّہٗ۔ رواہ ابن ماجۃ))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الربوا؛ ص ۲۴۶)

ایک روایت میں آتا ہے کہ سود کے ستّر گناہ ہیں، کہیں تہتّر کا لفظ آیا ہے، ان میں سب سے ادنیٰ گناہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنا (نعوذ باللہ)، کیا کوئی تصور بھی کر سکتا ہے کہ بقیہ کیا ہوں گے؟

شبِ معراج میں سود خور کی ایک اور سزا کا مشاہدہ

((فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی نَھْرٍ مِّنْ دَمٍ فِیْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰی وَسْطِ النَّھْرِ۔۔۔۔وَالَّذِیْ رَاَیْتَهٗ فِی النَّھْرِ اٰکِلُ الرِّبٰوا ۔رواہ البخاری))

(مشکوٰۃ المصابیح:(قدیمی)؛ کتاب الرؤیا؛ ص ۳۹۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس تک لے گئے۔ پھر ہم آگے چلے تو ایک خون کی نہر دیکھی، جس کے اندر ایک آدمی کھڑا ہوا ہے اور دوسرا آدمی اس کے کنارے پر کھڑا ہے۔ جب یہ نہر والا آدمی اس سے باہر آنا چاہتا ہے تو کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا ہے، جس کی چوٹ سے بھاگ کر وہ وہیں چلا جاتا ہے جہاں کھڑا تھا، پھر وہ نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو کنارے والا آدمی پھر یہی معاملہ کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ان دونوں ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے مجھے بتلایا کہ خون کی نہر میں قید کیا ہوا آدمی سود کھانے والا ہے (جو اپنے عمل کی سزا پا رہا ہے)۔

چار بڑے گناہ اور ان کی سزا

((اَرْبَعَةٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ اَنْ لَّا یُدْخِلَھُمُ الْجَنَّةَ وَلَا یُذِیْقَھُمْ نَعِیْمَھَا مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَاٰکِلُ الرِّبٰوا وَاٰکِلُ مَالِ الْیَتِیْمِ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّالْعَاقُّ لِوَالِدَیْهِ))

(المستدرك علی الصحیحین للحاکم :(دار الکتب العلمیة)؛ ج ۲ ص ۴۳)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ چار آدمی ایسے ہیں کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان کو جنت میں نہ داخل کرے اور جنت کی نعمت نہ چکھنے دے۔ وہ چار آدمی یہ ہیں، شراب پینے کا عادی اور سود کھانے والا اور یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا۔

دیکھیں! یہ احادیث ڈرانے کے لئے ہوتی ہیں، ایسے مسلمان جو اِن

گناہوں کا ارتکاب کریں گے، اگر بغیر توبہ مر گئے تو ایک طویل مدت تک جہنم میں رہیں گے، اور اگر خدانخواستہ حلال سمجھ کر کیا تو ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔

سود سے پروردہ جسم دوزخ کے لائق ہے

((دِرْهَمُ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلٰثِيْنَ زِنْيَةً (وَ زَادَ الْبَيْهَقِيُّ) مَنْ نَّبَتَ لَحْمُهٗ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ۔ رواہ احمد))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الربوا؛ ص ۲۴۶)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ آدمی سود کا جو ایک درہم کھاتا ہے، وہ چھتیس (۳۶) مرتبہ بدکاری کرنے سے زیادہ سخت گناہ ہے۔ اور رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا گوشت حرام مال سے پیدا ہوا ہو (یعنی حرام سے اس کی پرورش ہوئی ہو، مثلاً سود، رشوت، ملاوٹ وغیرہ) وہ شخص دوزخ ہی کے لائق ہے۔

سود عام ہو جانے کی پیشن گوئی

((لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يَبْقٰى مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا اٰكِلَ الرِّبَا فَمَنْ لَّمْ يَأْكُلْ اَصَابَهٗ مِنْ بُخَارِهٖ (وَيُرْوٰى) مِنْ غُبَارِهٖ۔ رواہ احمد وابوداؤد))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الربوا؛ ص ۲۴۵)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ سود کھانے سے کوئی شخص بچا ہوا نہ ہوگا، اگر وہ سود نہ کھائے گا تو سود کا بخار و دھواں اس کو ضرور پہنچ جائے گا۔ جیسے خود سود نہیں کھا رہا ہے لیکن سود پر گواہ بن رہا ہے، یا سود کی دستاویز لکھ رہا ہے، بھائی، چچا، ماموں، دوست یا جو بھی سودی کاروبار کرتے ہیں، ان کی دعوتوں میں جا رہا ہے، ان کے تحفے قبول کر رہا ہے۔ سود کا غبار پہنچنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنی روزمرہ کی ضروریات میں جو چیزیں ہم استعمال کرتے ہیں، ان میں جو جو چیزیں ایسی کمپنیوں میں تیار ہوئی ہیں جن کے مالکان سودی قرضہ لیتے ہیں تو ان کے استعمال سے ہمیں سود کا غبار پہنچ رہا ہے، اگر چہ

استعمال کرنے والوں پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

سود کا نتیجہ مہنگائی اور رشوت کا نتیجہ بزدلی اور دشمن کا ڈر ہے

((مَا مِنْ قَوْمٍ يَّظْهَرُ فِيْهِمُ الرِّبٰوا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَّظْهَرُ فِيْهِمُ الرُّشَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ))

(مسند احمد: (مؤسسۃ الرسالۃ)؛ مسند الشامیین، ج۲۹ ص۳۵۶؛ رقم ۱۷۸۲۲)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی قوم میں سود کے لین دین کا رواج ہوجائے تو اللہ تعالیٰ ان پر ضروریات کی گرانی مسلط کردیتا ہے اور جب کسی قوم میں رشوت عام ہوجائے تو دشمنوں کا رعب وغلبہ اُن پر ہوجاتا ہے۔

بہت افسوس کا مقام ہوگا کہ ایسی خطرناک وعیدیں سننے کے بعد بھی ہم سودی لین دین کو نہ چھوڑیں۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اصل وجہ یہی ہے کہ اب تک سود کی نفرت دل میں پیدا ہی نہیں ہوئی، اس لئے دل ملامت نہیں کرتا۔'' اور میرے شیخ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا درد بھرا ملفوظ سنئے، فرمایا ''آج کہتے ہیں کہ حرام مال چھوڑنا بڑا مشکل کام ہے۔ ایک صاحب سے میں نے کہا کہ کب تک حرام کھاؤ گے، ایک دن مرنا ہے، اگر ایک ہزار روپے حرام کے کمارہے ہو تو حلال ملازمت پانچ سو کی کرلو، یہ پانچ سو حرام کے ایک ہزار سے بہتر ہے، تو کہتے ہیں کہ بات تو آپ کی ٹھیک ہے مگر مکھن کی ٹکیہ اور انڈے پراٹھے کے بغیر تو میرا لقمہ حلق سے ہی نہیں اُترتا۔ آہ! سُوکھا لقمہ تو حلق سے نہیں اُترتا لیکن دوزخ کے انگارے اُتارنا ان کو آسان ہے۔''

اب میں ایک بات عرض کرتا ہوں کہ جو لوگ دن بھر سودی معاملات کرتے ہیں وہ رات کو سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے اتنی بات تو کہہ دیا کریں کہ یا اللہ! میں دن بھر پاخانہ کھاتا رہا، اسی کا حساب کرتا رہا، اسی کا لین دین کرتا رہا، آپ مجھے معاف فرمادیں اور جلد اس گندگی سے نجات عطا فرمادیں۔ جب یہ نسخہ استعمال

کریں گے تو سود سے دل میں نفرت پیدا ہوگی اور چھوڑنا بھی آسان ہوگا۔

سود خور کے لئے آخرت کا ایک اور عذاب

((رَاَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ لَمَّا انْتَھَیْنَا اِلَی السَّمَاءِ السَّابِعَۃِ فَنَظَرْتُ فَوْقَ... قُلْتُ مَنْ ھٰؤُلَاءِ یَا جِبْرِیْلُ قَالَ ھٰؤُلَاءِ اَکَلَۃُ الرِّبٰوا))

(مسند احمد: (مؤسسة الرسالة)؛ مسند المكثرين؛ ج ۱۴ ص ۲۸۵؛ رقم ۸۶۴۰)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شبِ معراج میں جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اپنے اوپر رعد و برق کو دیکھا۔ اس کے بعد ہم ایک ایسی قوم پر گذرے جن کے پیٹ رہائشی مکانات کی طرح پھولے اور پھیلے ہوئے ہیں، جن میں سانپ بھرے ہوئے ہیں جو باہر سے نظر آرہے ہیں، میں نے جبرئیل امین سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ سود خور ہیں۔

حضرت مفتی عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو اس طرح سمجھو کہ جس کے سامنے ایک سانپ ہو تو اس کی پریشانی کا کیا حال ہوگا؟ اور اگر کسی کے پیٹ میں سانپ آجائے تو اس کی پریشانی کا کیا عالم ہوگا؟ اور اگر کسی کا پیٹ رہائشی مکانوں کے برابر ہوجائے اور اس میں ایک نہیں بلکہ کئی کئی سانپ بھرے ہوئے ہوں تو اس کی پریشانی کا کیا عالم ہونا چاہیے؟

سود خور کے دل سے ایثار اور ہمدردی کا جذبہ ختم ہوجاتا ہے

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سودی کاروبار کے مزید دو نقصانات یہ ہیں: نمبر (۱) اس سے ایثار و سخاوت کا جذبہ فنا ہوجاتا ہے، نمبر (۲) جو سود پر دوسروں کو قرض دیتا ہے وہ ہر وقت یہی چاہتا ہے کہ لوگوں کو پریشانی ہو، تکلیف ہو تاکہ وہ میرے پاس قرض لینے آئیں۔ ایسا شخص مصیبت زدہ پر رحم کرنے کے بجائے اس کی مصیبت سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

تنگدست مقروض کو مہلت دینے کا بیان

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ ‌ؕ وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ○﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۲۸۰)

ترجمہ: اور اگر کوئی تنگدست (قرض دار) ہو تو اس کا ہاتھ کھلنے تک مہلت دینی چاہیے، اور صدقہ ہی کر دو (یعنی معاف کر دو) تو یہ تمہارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے، بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔

دیکھئے! ہمارا اسلام کتنا پیارا مذہب ہے کہ ایک طرف تو وہ شخص ہے جو سود کھاتا ہے اور لوگوں کی مصیبت سے خوش ہوتا ہے، اس کی عادت ہو جاتی ہے کہ اُدھار دے کر اس پر سود لیتا ہے اور جب مقروض وقت پر ادا نہ کر سکے تو دل میں خوش ہوتا ہے کہ اب مزید سود لگاؤں گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف حکم دیا کہ اگر مقروض مقررہ مدت پر قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کو مہلت دو، بلکہ آخرت کے ثواب کی اُمید دلائی کہ اگر بالکل ہی معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے اور بھی بہتر ہے۔ چنانچہ اس کے پاس مال آنے تک اس کو مہلت دینی ہے، اس کو تنگ مت کرو اگر واقعی تنگدست ہو، قرائن سے بھی آپ کو پتا چل جائے کہ اب اس کے پاس کھانے کو بھی مشکلات ہیں تو اس کو مہلت دینے کا حکم ہے۔

وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا اگر معاف ہی کر دو یعنی پورا قرض معاف کر دو یا کچھ معاف کر دو تو خَيۡرٌ لَّـكُمۡ تمہارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے، اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اگر تم کو سمجھ ہو کہ یہ پورا معاف کرنا یا تھوڑا معاف کرنا کتنا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ معاف کرنے کو قرآنِ پاک نے یہاں صدقہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، یہ اس لئے کہ اگر کوئی معاف کر دیتا ہے تو دیا اس نے قرض تھا لیکن جب اس نے

معاف کردیا تو اللہ تعالیٰ اس کو صدقہ کا ثواب دیتے رہیں گے۔

اصل عیش و آرام تو آخرت کا عیش و آرام ہے

علماء کرام فرماتے ہیں کہ ایک تو اس نے اللہ کا حکم مان کر سود نہیں لیا، اور اب قرض بھی معاف کر دیا، تو یہ معاف کرنا بہتر کیسے ہے؟ اس کا تو کُل پیسہ ہی چلا گیا، اس کی دو وجہ لکھی ہیں: (۱) یہ آخرت کے لحاظ سے بہتر ہے کہ دنیا میں تھوڑی مشکل تو آ گئی، لیکن آخرت جو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے، وہاں اس کو اس معاف کرنے کے ثمرات ملیں گے، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

((اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ۔ متفق علیہ))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب البیان والشعر، ص ۴۰۹)

اے اللہ! دنیا کی زندگی کا عیش تو کوئی عیش نہیں ہے، اصل عیش تو آخرت کا عیش ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ معاف کرنا بہتر اس لئے ہے کہ اس معاف کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت عطا فرمائیں گے، تھوڑی رقم میں اللہ تعالیٰ اس کے بہت کام بنا دیں گے۔ اس کے برخلاف جو سودی قرض دیتا ہے، سودی کاروبار کرتا ہے، اس کے پاس مال بہت ہوگا لیکن وہ مال عموماً بیماریوں کے علاج میں، آپریشن میں، حادثات میں اور فضولیات اور گناہوں میں ضائع ہوتا رہے گا۔

تنگدست مقروض کو مہلت دینے پر مغفرت کا وعدہ

اب تنگدست کو مہلت دینے پر مختصراً کچھ احادیث عرض کرتا ہوں:

((اِنَّ رَجُلًا کَانَ فِیْمَنْ قَبْلَکُمْ اَتَاہُ الْمَلَکُ لِیَقْبِضَ رُوْحَہٗ فَقِیْلَ لَہٗ هَلْ عَلِمْتَ مِنْ خَیْرٍ قَالَ مَا اَعْلَمُ قِیْلَ لَہٗ اُنْظُرْ قَالَ مَا اَعْلَمُ شَیْئًا غَیْرَ اَنِّیْ کُنْتُ اُبَایِعُ النَّاسَ فِی الدُّنْیَا وَاُجَازِیْهِمْ فَاُنْظِرُ الْمُوْسِرَ

وَ اَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَاَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ متفق علیہ))

(مشکوٰۃ المصابیح:(قدیمی)؛باب المساھلۃ فی المعاملۃ؛ص ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں (یعنی گذشتہ اُمتوں میں) سے ایک شخص کا قصہ ہے کہ جب اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس سے پوچھا کہ کیا تُو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں (کہ میں نے کوئی نیک کام کیا ہو)۔اس سے پھر کہا گیا کہ اچھی طرح سوچ لے، اس نے کہا کہ مجھے قطعاً یاد نہیں آرہا، ہاں (اتنا ضرور جانتا ہوں کہ) میں دنیا میں جب لوگوں سے (خرید وفروخت کے) معاملات کرتا تھا تو تقاضے کے وقت (یعنی مطالبات کی وصولی میں) ان پر احسان کیا کرتا تھا بایں طور کہ مستطیع (صاحبِ استطاعت) لوگوں کو تو مہلت دے دیتا تھا اور جو نادار ہوتے ان کو معاف کر دیتا تھا (یعنی اپنے حق کا کوئی حصہ یا پورا مطالبہ معاف کر دیتا تھا)۔ اللہ تعالیٰ نے (اس کے اسی عمل سے خوش ہوکر) اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

اور مسلم شریف کی ایک اور روایت (صحیح مسلم: (قدیمی)؛ ج ۲ ص ۱۸) جو حضرت عقبہ ابن عامر اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ (جب اس شخص نے اپنا عمل بیان کیا) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کا حق (یعنی معاف کرنے کا حق) تجھ سے زیادہ رکھتا ہوں (اور پھر فرشتوں سے کہا کہ) میرے اس بندے سے درگذر کرو۔

مقروض کو مہلت دینے پر اللہ سایۂ رحمت میں جگہ دے گا

((مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح:(قدیمی)؛باب الافلاس والانظار؛ص ۲۵۱)

ترجمہ: حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے،

فرماتے تھے کہ جو شخص تنگدست کو مہلت دے یا اس کو قرض معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا (یعنی قیامت کے دن اسے گرمی کی تپش اور اس دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے گا)۔

حالات ایک جیسے نہیں رہتے، ایک آدمی کو اللہ نے پہلے مال دیا، اب اس پر تنگی آ گئی، وہ غریب ہو گیا، پائی پائی کا محتاج ہو گیا، اور ایک شخص محتاج تھا پھر اللہ نے اس کو مال دے دیا۔ یہ حال کبھی بھی ایک جیسا نہیں رہتا، کبھی کسی کے بس میں نہیں رہا نہ کسی کے بس میں رہے گا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن بدلے ہوئے حالات کو متوازن بنانا اور متوازن بنانے میں مدد دینا انسان کے بس میں ہے، جس کو وہ اختیار کر کے دوسروں کے دُکھ درد بانٹ سکتا ہے اور بدلے ہوئے حالات کو سنوارنے میں مدد بھی کر سکتا ہے۔

قرض دے کر دوگنا ثواب لینے کا طریقہ

امام احمد، ابن ماجہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی نقل کیا ہے:

((مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا فَلَهٗ بِكُلِّ يَوْمٍ مِّثْلُهٗ صَدَقَةٌ قَبْلَ اَنْ يَّحِلَّ الدَّيْنُ فَاِذَا حَلَّ الدَّيْنُ فَاَنْظَرَهٗ فَلَهٗ بِكُلِّ يَوْمٍ مِّثْلَاهُ صَدَقَةٌ))

(کنز العمال، (دار الکتب العلمیۃ)، ج ٦ ص ٨٩، رقم الحدیث: ١٥٣٨٩)

کہ جو شخص مفلس و تنگدست کو مہلت دے تو ادائیگی کا دن آنے تک اس کو ہر دن کے بدلے اس کے قرض کے برابر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور جب وعدہ کا وقت آ گیا مثلاً اس نے کہا تھا کہ میں تین مہینے میں ادا کر دوں گا اور اس مدت میں وہ نہیں دے سکا تو اس نے مزید مہلت دے دی تو ہر روز ایسا ثواب ملتا ہے کہ جیسے قرض سے دوگنا روپیہ خیرات کر دیا۔

مقروض کو مہلت یا معافی دینا نجاتِ اخروی کا باعث ہے

((اِنَّ اَبَا قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ طَلَبَ غَرِیْمًا لَّہٗ فَتَوَارٰی عَنْہُ ثُمَّ وَجَدَہٗ فَقَالَ اِنِّیْ مُعْسِرٌ فَقَالَ اٰللّٰہِ؟ قَالَ اٰللّٰہِ قَالَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّنْجِیَہُ اللّٰہُ مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ فَلْیُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْ یَضَعْ عَنْہُ ۔ رواہ مسلم))

(الصحیح لمسلم: (قدیمی)؛ باب فضل انظار المعسر...؛ ج ۲ ص ۱۸)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقروض سے قرض کا مطالبہ کیا، تو وہ ان سے چھپ گیا، پس جب انہوں نے اس کو پالیا تو اس نے کہا کہ میں تنگدست ہوں۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم کیا واقعی؟ اس نے کہا کہ جی ہاں اللہ کی قسم! اس پر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص یہ چاہے کہ قیامت کے دن کی سختیوں سے اللہ اسے نجات دے تو اپنے مقروض مفلس کو مہلت دے یا معاف کردے (پورا یا کچھ حصہ)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک شخص کا مطالبہ کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حلم

((اِنَّ رَجُلًا تَقَاضٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَغْلَظَ لَہٗ فَھَمَّ بِہٖ اَصْحَابُہٗ فَقَالَ دَعُوْہُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا وَّاشْتَرُوْا لَہٗ بَعِیْرًا فَاَعْطُوْہُ اِیَّاہُ قَالُوْا لَا نَجِدُ اِلَّا اَفْضَلَ مِنْ سِنِّہٖ قَالَ اشْتَرُوْہُ فَاَعْطُوْہُ اِیَّاہُ فَاِنَّ خَیْرَکُمْ اَحْسَنُکُمْ قَضَاءً ۔ متفق علیہ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الافلاس والانظار؛ ص ۲۵۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے (اس) اونٹ کا تقاضا کیا (جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے بطورِ قرض لیا تھا) اور تقاضا بھی بڑی سخت کلامی کے ساتھ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب اس کو (اس سخت کلامی اور آدابِ نبوت کے خلاف اس کی حرکت پر) سزا دینی چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو، کیونکہ جس کا حق ہے اسے کہنے کا اختیار ہے، البتہ اسے ایک اونٹ خرید کر دے دو (تا کہ اس کا مطالبہ ادا ہو جائے اور اسے پھر کچھ کہنے کا حق نہ رہے)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطورِ قرض جو اونٹ دیا تھا، اس کی عمر کا کوئی اونٹ نہیں مل رہا ہے بلکہ اس سے زیادہ عمر کا مل رہا ہے (یعنی اس کا اونٹ چھوٹا اور کمتر تھا اور ہمیں جو اونٹ مل رہا ہے وہ اس اونٹ سے بڑا اور اچھا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا (جو بہتر اونٹ تمہیں مل رہا ہے) اسی کو خرید لو اور اسے دے دو، یاد رکھو، تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرض ادا کرنے میں اچھا ہو۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے قرض کا تقاضا کرنے والا اور پھر تقاضے میں سخت کلامی کرنے والا کوئی کافر ہی ہوگا خواہ یہودی ہو یا کوئی اور، بعض شارحین نے فرمایا کہ شاید کوئی دیہاتی ہوگا جو مجلسِ نبوت اور مقامِ نبوت کے آداب سے ناواقف تھا، جسے یہ سلیقہ بھی نہیں تھا کہ کس طرح بات کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی باتوں کو جس عالی ظرفی اور خوش اخلاقی سے برداشت کیا، وہ صرف نبوت ہی کا خاصہ ہو سکتا ہے۔

''جس کا حق ہے اسے کہنے کا اختیار ہے'' کے بارے میں محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ''حق'' سے مراد قرض ہے، یعنی اگر کسی شخص کا کسی پر قرض ہو اور وہ مقروض ادائیگی میں تاخیر کرے تو جس کا قرض ہے اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ سختی کے ساتھ تقاضا کر سکتا ہے، اظہارِ ناراضگی بھی کر سکتا ہے، اگر وہ پھر بھی قرض ادا نہ کرے تو حاکم اور عدالت کی طرف بھی رجوع کر سکتا ہے۔ لیکن اس زمانہ میں یہ کام بھی علماء سے مشورہ کر کے کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ قرضہ تو ایک لاکھ تھا لیکن عدالتوں میں لاکھوں روپے خرچ ہو گئے۔

قرض معاف کرنے پر گناہوں کی مغفرت کا واقعہ

((کَانَ رَجُلٌ یُّدَایِنُ النَّاسَ فَکَانَ یَقُوْلُ لِفَتَاہُ اِذَا اَتَیْتَ مُعْسِرًا تَجَاوَزْ عَنْہُ لَعَلَّ اللہَ اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِیَ اللہَ فَتَجَاوَزَ عَنْہُ۔ متفق علیہ))

(مشکوۃ المصابیح:(قدیمی)؛ باب الافلاس والانظار، ص ۲۵۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص تھا، جو لوگوں سے قرض کا معاملہ کرتا تھا اور اس نے اپنے کارندے سے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب تم قرض وصول کرنے جاؤ اور وہ تنگدست ہو تو اس سے درگذر کرو، معاف کردو، شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگذر فرمائیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اس نے اللہ سے ملاقات کی یعنی اس کا انتقال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگذر کیا (اوراس کے گناہوں پر مواخذہ نہیں کیا)۔

جو قرض ادا کرنے کی کوشش کرے تو اللہ اس کی مدد فرماتا ہے

((مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَھَا اَدَّی اللہُ عَنْہُ وَمَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَھَا اَتْلَفَہُ اللہُ عَلَیْہِ۔ رواہ البخاری))

(مشکوۃ المصابیح:(قدیمی)؛ باب الافلاس والانظار، ص ۲۵۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں کا مال لے اوراس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی کسی ضرورت واحتیاج ہی کی بناء پر قرض لے اور قرض کی ادائیگی کا ارادہ بھی رکھتا ہو اور ادا کرنے کی کوشش بھی کرتا ہو) تو اللہ تعالیٰ اس کا قرض ادا کرادیتا ہے (یعنی قرض کو ادا کرنے کی نیت رکھنے والے کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے بایں طور کہ یا تو دنیا میں قرض ادا کرنے کی استطاعت دے دیتا ہے یا آخرت میں حقدار کو راضی کردیتا ہے) اور جو شخص لوگوں کا مال لے اور ضائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی احتیاج وضرورت کے بغیر کسی سے قرض لے اور پھر اس قرض کی ادائیگی کی

نیت بھی نہ رکھتا ہو) تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کر دیتا ہے (یعنی جو شخص کسی سے قرض لے اور اس قرض کو نہ ادا کرے اور نہ ادا کرنے کی نیت رکھے تو اللہ تعالیٰ نہ اس کے قرض کی ادائیگی پر اس کی مدد کرتا ہے، نہ اس کے رزق میں وسعت و فراخی عطا کرتا ہے بلکہ اس کا مال تلف اور ضائع بھی کر دیتا ہے کیونکہ وہ ایک مسلمان کا مال ضائع کرنے کی نیت رکھتا ہے)۔

قرضہ لوٹاتے وقت کچھ زیادہ دینے کا مسئلہ

((عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ لِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ۔ رواہ ابو داؤد))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الافلاس والانظار؛ ص ۲۵۳)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرا قرض تھا، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ قرض واپس کیا تو مجھے کچھ زیادہ دیا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کا کوئی مطالبہ (مثلاً قرض) ادا کرے اور اپنی طرف سے کچھ زیادہ بھی دے دے بشرطیکہ وہ زیادتی شروع سے طے نہ ہو تو یہ درست ہے۔ اس زیادتی کو سود نہیں کہیں گے کیونکہ سود تو اس زیادتی کو کہتے ہیں جو قرض دینے والا قرض دیتے وقت طے کر دے مثلاً ایک سو روپیہ ایک متعین مدت کے وعدے پر بطور قرض کسی کو دے اور یہ شرط عائد کر دے کہ اس قرض کی واپسی کے وقت دس روپیہ مزید لوں گا، یہ قطعاً حرام ہے۔

قرض کی ادائیگی کے وقت دعا دینا مسنون ہے

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِسْتَقْرَضَ مِنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا فَجَاءَهُ مَالٌ فَدَفَعَهُ اِلَيَّ وَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ اِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْاَدَاءُ۔ رواہ النسائی))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الافلاس والانظار؛ ص ۲۵۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایک موقع پر چالیس ہزار (درہم) قرض لئے تھے (یہاں پر ایک بات یاد رکھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے قرضہ نہیں لیا، محتاجوں میں تقسیم کرنے کے لئے لیا) پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک بڑی مقدار میں مال آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے (وہ سب مال یا اس مال میں سے میرے قرض کے بقدر) دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اہل وعیال اور تمہارے اموال میں برکت عطا فرمائے، قرض کا بدلہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ (جب مال مل جائے تو) شکر وثنا کی جائے اور (جلد سے جلد) اس کی ادائیگی کا انتظام کیا جائے (اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی سے قرض لے تو قرض کی واپسی کے وقت اسے دعا بھی دینی چاہیے)۔

یہ چند احادیث تنگدست مقروض کو مہلت دینے کے بارے میں تھیں، اب ان آیات کا مضمون اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔ وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ اور اگر کوئی تنگدست ہو تو اس کا ہاتھ کھلنے تک مہلت دے دو وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ اور اگر معاف ہی کردو تو یہ تمہارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اگر تم کو (اس کے ثواب کی) خبر ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو قرآنِ پاک کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پوری ہمت کر کے ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، خصوصاً سود کے بارے میں جو آیات اور احادیث بیان کی گئیں، ان کو پڑھ کر سن کر سود سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری نصیب فرمائے۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ وَتُبۡ عَلَيۡنَا اِنَّكَ
اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيۡرِ خَلۡقِهٖ
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ بِرَحۡمَتِكَ يَآ اَرۡحَمَ الرَّاحِمِيۡنَ

رزّاق کی نافرمانی کے ذرائع سے رزق حاصل کرنے کی نحوست

آج بعض حمقاء اس قادرِ مطلق رزّاق کو ناراض کر کے روزی بڑھانے کا سوچ رہے ہیں، نافرمانی کے کام کر کے کہتے ہیں کہ صاحب! اس سے رزق زیادہ بڑھے گا، دکان پر ٹیلی ویژن چلا رہے ہیں کہ زیادہ بکری (Sell) ہوگی، دکان پر لڑکیوں کو ملازم رکھ رہے ہیں کہ زیادہ گاہک آئیں گے۔ بتائیے! جو ظالم اللہ کو ناراض کر کے رزق حاصل کر رہا ہے، اس کے رزق میں کیسے برکت ہوسکتی ہے؟ اللہ تو کافر کو بھی رزق دیتا ہے، چور کو بھی رزق دیتا ہے، چور کو چوری سے اور حرام خور کو حرام خوری کے راستے سے رزق ملتا ہے اور حلال خور کو حلال راستہ سے دیتا ہے۔ جو حرام کی نیت کرتا ہے اس کو حرام راستہ سے سزا کے طور پر رزق دیتا ہے اور جو حلال کی نیت کرتا ہے اس کو حلال راستہ سے رزق عطا فرماتا ہے۔

اس لئے جو اللہ کو ناراض کر کے رزق حاصل کر رہا ہے انتہائی احمق ہے، رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے، اللہ کو راضی کر کے رزق حاصل کرو، اگر ناراض کر کے حاصل کیا تو وہ برکت والا رزق نہیں ہوگا، وہ سب چور ڈاکو لے جائیں، ڈاکٹر لے جائیں، کینسر ہوجائے، ایکسیڈنٹ ہوجائے غرض جو ہوجائے کم ہے۔ ہوسکتا ہے راہِ تقویٰ سے کمانے میں انڈا، مرغا کم ملے لیکن اللہ تو راضی ہوگا، یہ کیا معمولی نعمت ہے؟ اس کے علاوہ رزق میں برکت بھی ہوگی، آپ سکون سے رہیں گے، سکون سے جئیں گے، سلامتیٔ اعضاء سے رہیں گے، سلامتیٔ ایمان سے رہیں گے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ راضی رہے گا۔ اب آپ فیصلہ کرلیں کہ اللہ کو ناراض کر کے اللہ کے رزق کو حاصل کرنا اور بڑا آدمی بننا فائدہ مند ہے یا اللہ کو راضی رکھنا فائدہ مند ہے؟

(ماخوذ از کتاب ''معارفِ ربّانی'')

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ